بلگرام کے ایک علمی خانوادے کی سندھ میں وقایع نگاری

(کلہوڑا عہد میں)

عارف نوشاہی ☆

بلگرام (صوبہ اترپردیش' ہندوستان) قدیم زمانے سے علم و ادب اور تصوف کا مرکز رہا ہے۔ ایسا مردم خیز مرکز کہ خاص اس ایک قصبے کے صوفیاء' علماء اور فضلاء کے حالات و مناقب اور انساب پر کئی جداگانہ کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ (۱) وہاں کے ایک علمی خانوادے کے کئی فضلاء' اصالتہ" اور نیابتہ" دہلی دربار کی طرف سے ۱۱۱۷ ھ /۱۷۰۵ء سے ۱۱۵۵ ھ/ ۱۷۴۲ء تک سندھ میں وقایع نویسی پر مامور رہے ہیں۔ ان میں سے ایک میر غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۵ء) نے اپنے خاندان کی سندھ میں خدمات کا خلاصہ یوں پیش کیا ہے :

(ترجمہ) "۱۱۱۶ ھ سے بھکر اور سیوستان کی خدمات عالمگیری دربار سے علامہ مرحوم (میر عبدالجلیل) کے سپرد ہوئیں۔ ہمارے خاندان سے چند لوگ اصالتہ" یا نیابتہ" بھکر اور سیوستان میں خدمات انجام دیتے رہے۔ سب سے پہلے علامہ مرحوم خود بھکر میں رہے اور اپنے خسر سید اشرف بن سید عبدالعزیز کو سیوستان میں نائب مقرر کیا۔ کچھ عرصے بعد میر محمد اشرف کو وطن واپس بھیج دیا اور چچا کے بیٹے میر کرم اللہ (۱۰۸۷ - ۱۱۳۴ ھ) بن سید معین الدین کو سیوستان کی نیابت تفویض کی۔ جب علامہ کو معزول کردیا گیا تو وہ بادشاہ کے پاس گئے اور اپنی خدمات حسب سابق بحال کروائیں اور (شاہجہان آباد سے) شیخ محمد رضا بھکری (م ۱۱۴۳ ھ) کو لکھ بھیجا کہ وہ (ان کی جگہ) خدمات انجام دیتے رہیں اور وہاں سے میرے والد سید محمد نوح کو روانہ کردیا۔ میرے والد تقریبا" سات سال تک بھکر اور سیوستان میں نیابتہ کام کرتے رہے۔ جب (میر عبدالجلیل کے بیٹے) میر سید محمد وقائع نویس مقرر ہو کر وہاں گئے تو میرے والد واپس وطن چلے گئے۔ میں بھی کچھ عرصہ وہاں نیابتہ" کام کرتا رہا۔ چالیس سال بعد زمانے نے رنگ بدلا تو ملک سندھ سے

☆ ادارہ معارف نوشاہیہ' ہمک' اسلام آباد

ہمارے خاندان کا آب و دانہ اٹھ گیا اور وہاں سے تعلق بالکل منقطع ہوگیا۔ ذلک تقدیر العزیز العلیم" (۲)

اسے سندھ کی خوش قسمتی کہیے کہ بلگرام کے ایسے صاحب علم و فضل وقایع نویس اس کے حصے میں آئے۔ ان وقایع نویسوں کی اصل رپورٹیں جو یقیناً" اہم تاریخی اور ادبی دستاویزات ہوں گی، خدا معلوم کہاں محفوظ ہیں؟ لیکن ان وقایع نگاروں کی تصنیفات میں سندھ کی سیاسی اور علمی تاریخ کے کچھ ایسے واقعات اور اشارات محفوظ ہوگئے ہیں کہ مذکورہ رپورٹوں کی عدم دستیابی کی کچھ تلافی ہوجاتی ہے۔

ہم یہاں بلگرام کے اس خانوادے کے تین اہم اور معروف وقایع نویسوں کا ذکر کریں گے۔

میرعبدالجلیل بلگرامی (۱۰۷۱۔ ۱۱۳۸ھ) (۳)

میرعبدالجلیل ۱۰۷۱ھ / ۱۶۵۹ ۔ ۱۶۶۰ء میں بلگرام میں پیدا ہوئے۔ وہ بیک وقت حدیث، تفسیر، لغت، موسیقی، شاعری اور عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبانوں میں ایسی مہارت رکھتے تھے کہ بقول آزاد بلگرامی، "چشم روزگار کہن سال صاحب کمالی بہ این جامعیت مشاہدہ نکردہ" (۴)۔ انہیں تاریخ گوئی میں فقید المثال مہارت حاصل تھی اور طرح طرح سے مادہ ہاے تاریخ کہتے تھے۔ انشاۓ جلیل اور مثنوی امواج الخیال در تعریف بلگرام ان سے یادگار ہیں۔ ان کا انتقال ۲۳ ربیع الآخر ۱۱۳۸ھ / ۲۹ دسمبر ۱۷۲۵ء کو شاہجہان آباد میں ہوا اور بلگرام میں دفن کیا گیا۔

میرعبدالجلیل غرۂ ربیع الاول ۱۱۱۲ھ / ۱۵ اگست ۱۷۰۰ء سے جمادی الاول ۱۱۱۶ھ / ستمبر ۱۷۰۴ء تک گجرات (پنجاب) میں بخشی گری اور وقایع نویسی کی خدمت پر مامور رہے۔ ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء میں اورنگزیب عالمگیر کے داروغہ ڈاک مرزا یار علی بیگ نے دربار سے ان کے لیے بھکر اور سیوستان میں بخشی گری، وقایع نگاری اور سوانح نویسی کا پروانہ حاصل کیا۔ ۴ رجب ۱۱۱۷ھ / ۲۲ اکتوبر ۱۷۰۵ء کو وہ بھکر پہنچے اور سالہا سال تک نہایت دیانت اور امانت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ اورنگزیب کے جانشین بھی میرصاحب کی قدر کرتے تھے اور بھکر سے دارالحکومت دہلی بلائے بغیر ہی ان کی ملازمت میں توسیع کا پروانہ انہیں بھکر بھیج دیتے تھے۔ فرخ سیر (۱۱۲۴۔۱۱۳۱ھ) کے زمانے میں سندھ میں قدرت الٰہی سے ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ بھکر کے کسی جنوبی پرگنے

میں آسمان سے "ریزہ ہائے نبات" (شکرپارے / ریوڑیاں) برسے۔ میر عبدالجلیل نے اس واقعہ کی اطلاع فرخ سیر کو دی اور اس میں ادبی چاشنی ملاتے ہوئے اپنی یہ رباعی بھی ساتھ لکھ دی:

فرخ سیر آن شہنشہ با برکات　　چرخ از ادب او شدہ شیریں حرکات

در سند ز یمن عہد عشرت مہدش　　بارید سحاب ریزہ قند و نبات

اس وقت میر جملہ سمرقندی بادشاہ کا سوانح نگار تھا' اسے اس واقعہ پر یقین نہ آیا اور بلا تحقیق اسے خلاف واقع قرار دے کر ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء میں میر صاحب کو بھکر کی وقایع نویسی سے معزول کردیا۔ چنانچہ میر صاحب اسی سال بھکر سے دارالحکومت شاہجہان آباد چلے گئے اور امیر الامراء سید حسین علی خان سے مل کر اپنی سندھ کی خدمت بحال کروائی اور شیخ محمد رضا بھکری کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اور خود شاہجہان آباد دربار میں رک گئے اور پانچ سال تک وہیں رہے۔ ۱۱۳۰ھ میں اس خدمت سے اپنا استعفیٰ پیش کردیا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے میر سید محمد کے نام سندھ میں تقرری کا پروانہ حاصل کرلیا۔

میر سید محمد نے تبصرۃ الناظرین۔ جس کا مفصل ذکر آگے آئے گا۔ میں اپنے والد کے دس سالہ عہد وقایع نویسی کے واقعات اور اس مناسبت سے میر عبدالجلیل کے لکھے ہوئے قطعات تاریخ نقل کیے ہیں۔ ہم تاریخی ترتیب سے ان کا ذکر کرتے ہیں:

(۱۱۱۷ھ) میر عبدالجلیل نے بھکر جاتے ہوئے ملتان میں خان علی مراد خان سے ملاقات کی۔ شاہزادہ محمد معزالدین ان دنوں ملتان کا ناظم تھا اس سے بھی ملاقات ہوئی اور انعام و اکرام پایا۔ ملتان پہنچ کر میر عبدالجلیل نے میر سید نظام الدین اسد اللہ کے نام ایک خط لکھا جس میں ملتان میں ملنے والے انعام و اکرام کی تفصیل درج کی ہے اور یہ کہ ملتان سے وہ کشتی کے ذریعے پندرہ دن کا راستہ دس دن میں طے کرکے بھکر پہنچ گئے (۵)

(۱۱۲۰ھ) میر باقر خان ملتانی کو دربار دہلی سے "خان" کا خطاب ملا تو میر صاحب نے قطعہ تاریخ کہا۔ (۶)

اسی سال سرکار بھکر کے فوجدار خان امین الدین خان مصنف رشحات الفنون نے سکھر میں ایک عالیشان مسجد بنوائی۔ میر صاحب نے قطعہ تاریخ لکھا۔ مقطع یہ ہے:

سال تاریخ چنین گفت خرد "مہبط نور چو بیت المعمور" (۶)

(۱۱۲۱ھ) بھکر کا ظالم حاکم لچھی رام جیسلمیری مرا تو میر صاحب نے یہ شعر کہا:

لچھی رام ظالم مرد کسی نکرد آوخ را سال فوت ہاتف گفت "گندہ کرد دوزخ را" (۷)

(۱۱۲۲ھ) فارسی کا صاحب دیوان شاعر سید حسین امتیاز خان خالص اصفہانی شاہجہان آباد سے وطن جارہا تھا۔ سیوستان کے زمیندار یار محمد خدا یار خان کے لوگوں نے اسے قتل کردیا اور مال و اسباب لوٹ لیا۔ میر صاحب نے "آہ آہ امتیاز خان" سے تاریخ نکالی (۸)۔

اسی سال بھکر کے سوداگر خواجہ صالح نے دریا (سندھ) کے کنارے ایک مسجد تعمیر کروائی۔ میر صاحب نے قطعہ تاریخ کہا:

پی کتابہ تاریخ او نوشت خرد "جزاۓ این عمل صالح است جملہ ارم" (۹)

(۱۱۲۴ھ) نواب شاکر خان صوبہ ٹھٹھہ کا ناظم مقرر ہوا تو میر صاحب نے ایک عربی شعر میں تاریخ کہی اور اس میں ٹھٹھہ کا املا "تہتہا" قائم کیا اور تبصرۃ الناظرین کے مصنف نے اس پر یہ تاکید کی ہے کہ یہاں لفظ تہتہا اصل ہندی لغت یعنی دو تاء فوقانیہ اور ہاء ہوز اور آخر میں الف کے ساتھ لکھنا چاہیے جیسا کہ تلفظ ہے۔ (۱۰)

(۱۱۲۵ھ) شکار پور کے زمیندار رحیم داد افغان نے قلعہ سیوی اور دہادہر پر قبضہ کیا تو خدا یار خان نے اپنے بیٹے داؤد خان کے ذریعے رحیم داد کی سرکوبی کی اور مقبوضات واپس لے لیے۔ میر صاحب نے ایک طویل قطعہ تاریخ لکھا۔ جس میں جنگ کا نقشہ بھی کھینچا ہے۔ آخری شعر یہ ہے:

پی سال تاریخ این فتح گفتم "داود شد فتح سیوی و دہادہر" (۱۱)

(۱۱۲۶ھ) میں میر صاحب سندھ سے چلے گئے اور واپس نہیں آئے لیکن سندھ سے ان کا تعلق برقرار رہا۔

(۱۱۳۴ھ) بھکر کے سادات میں سے ایک صاحب سید امیر علی کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو میر صاحب نے قطعہ تاریخ کہا:

خرد تاریخ او در مصرعی گفت "گرامی نسل صلب شاه مردان" (۱۲)

(۱۱۳۶ھ) خدا یار خان کے گھر احمد یار خان پیدا ہوا۔ میر صاحب نے قطعہ تاریخ کہا:

بہر تاریخش بگفتم مصرعی "نونہال عہد احمد یار خان" (۱۳)

(۱۱۳۷ھ) میاں نور محمد خدا یار خان کے بیٹے مراد یاب خان کی شادی پر صاحب نے قطعہ تاریخ کہا:

خامہ در تحریر این شادی رقم زد مصرعی "ہر مراد دل مبارک باد این طوی منیر" (۱۴)

میر سید محمد بلگرامی (۱۱۰۱-۱۱۸۵ھ) (۱۵)

میر سید محمد بلگرامی متخلص بہ "شاعر" ۱۴ ربیع الاول ۱۱۰۱ھ کو پیدا ہوئے۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح لغت، محاضرات، شاعری اور تاریخ گوئی میں ید طولی رکھتے تھے۔ عربی، فارسی اور ہندی زبان میں غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔ ۱۱۸۵ھ میں اپنے وطن بلگرام میں انتقال کیا۔

میر سید محمد کے والد میر عبدالجلیل ۱۱۱۷ھ سے سندھ میں وقایع نویسی کر رہے تھے۔ ۱۱۳۰ھ میں انہوں نے استعفی دیا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے کا تقرر کرایا۔ میر سید محمد ۲۴ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ/ فروری ۱۷۲۱ء کو دہلی سے بھکر اور سیوستان کے لئے روانہ ہوئے اور ۲۰ جمادی الاخرہ ۱۱۳۳ھ کو بھکر پہنچ کر وہاں کی بخشی گری، سوانح نگاری اور وقایع نویسی کے فرائض سنبھالے۔ ۱۱۳۴ھ میں انہیں بھکر و سیوستان کی سوانح نگاری سے تبدیل کر کے سرکار سیوستان کی بخشی گری اور وقایع نگاری پر مامور کردیا گیا اور بھکر کی خدمت حیات محمد خان کوکۂ نواب قمرالدین خان کو تفویض ہوئی۔ بعد میں میر سید محمد کی ملازمت میں کچھ رکاوٹیں پیدا ہوئیں تو انہیں دور کرنے کیلئے وہ ۱۷ جمادی الاخرہ ۱۱۴۳ھ/ دسمبر ۱۷۳۰ء کو دہلی گئے اور میر غلام علی آزاد بلگرامی کو۔ جن کا مفصل ذکر آئے گا اپنا نائب مقرر کیا۔ دہلی دربار نے ۱۱۴۳ھ میں سیوستان میں میر سید محمد کی جگہ عبدالعزیز تتوی کو بخشی گری اور وقایع نویسی پر مامور کردیا تھا۔ ۱۱۴۴ھ میں میر سید محمد نے دہلی میں نواب امین الدولہ سے مدد حاصل کر کے سیوستان کی خدمت بحال کرائی اور ۲۵ رمضان ۱۱۴۵ھ/ مارچ ۱۷۳۳ء کو واپس سیوستان پہنچ گئے اور زمام امور سنبھال لی۔ عبدالعزیز تتوی یہ دیکھ کر حیران رہ

گیا مگر کچھ مداخلت نہ کرسکا۔ (۱۶) میر سید محمد سندھ میں نادر شاہی ہنگامے تک کام کرتے رہے مگر جب سندھ میں حالات بگڑ گئے تو وہ ۱۱۵۵ھ/ ۱۷۴۲ء میں ترک ملازمت کرکے ۲۷ محرم ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء کو واپس وطن بلگرام پہنچ گئے۔ سندھ میں میاں یار محمد خدا یار خان نے سید محمد کو بڑے اعزاز و احترام سے رکھا اور سید محمد نے وہاں بڑا اچھا وقت گزارا۔ ان کی سندھ سے واپسی کے دس سال بعد ۱۱۶۶ھ میں جب آزاد بلگرامی ماثر الکرام لکھ رہے تھے تو میر سید محمد کے ذکر میں کہتے ہیں کہ سندھ کے اچھے برے لوگ اب بھی میر صاحب کو یاد کرتے ہیں اور ان کا ذکر خیر اور وصف جمیل کرتے ہیں۔ (۱۷)

میر سید محمد کی اہم ترین تصنیف تبصرۃ الناظرین (فارسی) ہے جس میں انہوں نے اپنی پیدائش کے سال ۱۱۰۱ھ/ ۹۰-۱۶۸۹ء سے لے کر اپنی وفات سے تین سال پہلے یعنی ۱۱۸۲ھ/ ۶۹-۱۷۶۸ء تک ہندوستان میں پیش آنے والے واقعات بالعموم اور اپنے خاندان اور علاقے (بلگرام) میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات بالخصوص سال بہ سال لکھے ہیں۔ ظاہر ہے یہ کتاب ان سنین پر بھی محیط ہے جب ان کے والد' خود وہ اور آزاد بلگرامی سندھ میں متعین تھے۔ اس طرح اس کتاب میں سندھ کے واقعات بھی شامل ہوگئے ہیں۔ یہ کتاب ہم عصر چشم دید واقعات اور معلومات کا خزانہ ہے۔ افسوس کہ ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ البتہ اس میں سندھ کے بارے میں جو واقعات درج ہوئے ہیں ان سے پیر حسام الدین راشدی (م ۱۹۸۲ء) نے میاں نور محمد خدا یار خان کی تصنیف منشور الوصیت و دستور الحکومت (طبع حیدر آباد' ۱۹۶۴ء) اور میر علی شیر قانع تتوی کی تحفۃ الکرام (بخش اول از مجلد سوم' طبع حیدر آباد' ۱۹۷۱ء) کے حواشی و تعلیقات میں خوب خوب استفادہ کیا ہے اور اقتباسات شائع کیے ہیں (۱۸)۔ میر سید محمد نے سیوستان میں قیام کے دوران دو اور کتابیں بھی لکھیں۔ ۱۱۳۴ھ میں اپنی فارسی مثنوی ناز و نیاز مکمل کی۔ یہ مثنوی ۷۰۶ اشعار پر مبنی ہے اس میں شاہ فیاض اور سید احسن علی بن سید غلام صفی ترمذی بلگرامی کا واقعہ عشق بیان کیا گیا ہے (۱۹)۔ ۱۱۵۵ھ میں اپنے ایک دوست شیخ محمد رفیع بن مولوی عبدالحکیم (یا عبدالحلیم) سیوستانی کی درخواست پر عربی ادب پر شیخ جمال الدین محمد بن احمد الخطیب الابشیہی (۷۹۰-۸۵۰ھ) کی کتاب المستطرف کی تلخیص کی (۲۰)۔

تبصرۃ الناظرین میں سندھ کے سماجی حالات پر بھی اشارات ملتے ہیں۔ نادر شاہ کے سندھ پر حملے کے بعد جب اس کے لشکریوں کے پاؤں یہاں جم گئے تو انہوں نے مقامی لوگوں اور فوجیوں پر ظلم و ستم کرنا شروع کردیا اور جہاں سنتے کہ کسی کے پاس اچھا گھوڑا، تلوار، کپڑا یا عمدہ چادر ہے، زبردستی چھین لیتے اور کسی کو مزاحمت کی جرات نہ ہوتی۔ (۲۱)

سندھ میں لڑکیوں کی خرید و فروخت بھی ہوتی تھی۔ جیسا کہ میر سید محمد نے ذی الحجہ ۱۱۴۷ھ/ اپریل ۱۷۳۵ء میں سیوستان میں مبلغ چوراسی روپے کے عوض ایک چودہ سالہ کنیز خریدی اور اس کا نام "سوہنی" رکھا۔ (۲۲) ۲ ذیقعدہ ۱۱۴۵ ھ کو ان کی نرگس نامی کنیز جو وہ بلگرام سے لائے تھے انتقال کرگئی تھی۔ (۲۳)

۸ محرم ۱۱۴۸ ھ کو سندھ میں ایسی شدت سے کالی آندھی چلی کہ فضا میں سیاہ غبار چھا گیا اور پورا ماحول ایسا تاریک ہوگیا کہ کوئی شخص یا چیز نظر نہیں آتی تھی۔ لوگوں پر خوف و ہراس چھا گیا۔ دو گھنٹے کے بعد یہ غبار چھٹنا شروع ہوا اور تیرگی جاتی رہی تو لوگوں کی جان میں جان آئی۔ مصنف کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی سینتالیس سالہ زندگی میں ایسا مہیب نادر واقعہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ (۲۴)

میر سید محمد کو مخدوم لعل شاہباز مرندی سیوستانی (م ۶۷۳ ھ) سے خاص ارادت تھی۔ ان کا معمول تھا کہ ہر مہینے کے پہلے جمعہ کو وہ درگاہ مخدوم پر جاتے۔ تبصرۃ الناظرین میں انہوں نے ایک دلچسپ خواب کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے شعبان ۱۱۵۲ ھ میں خواب دیکھا کہ وہ مخدوم کے روضے پر فاتحہ خوانی کرکے باہر نکلے ہیں تو لوگوں کا ایک ہجوم ہے۔ جہاں سیاہ رنگ کی ایک عورت ایسے دلکش سر میں گا رہی ہے کہ مصنف بے اختیار رقص و سماع کرنے لگا۔ اسی وقت کسی منکر سماع کی آواز کان سے ٹکرائی "گردش عبث می کند" یعنی فضول ناچ رہا ہے۔ جونہی یہ آواز سنائی دی مصنف نے مثنوی مولوی کا یہ شعر پڑھا:

خاک پست از عشق بر افلاک شد　　کوہ در رقص آمد و چالاک شد (۲۵)

میر غلام علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۶-۱۲۰۰ ھ) (۲۶)

انہیں بلگرام کے زیر بحث خانوادے کا گل سرسبد کہنا چاہیے۔ وہ ۲۵ صفر ۱۱۱۶ھ/ ۱۷۰۴ء میں

بلگرام میں پیدا ہوئے۔ حدیث، فقہ، سیرت، لغت، عروض و قوافی میر عبدالجلیل اور ان کے بیٹے میر سید محمد سے پڑھے۔ حرمین شریفین گئے تو وہاں شیخ محمد حیات سندھی مدنی (م ۱۱۶۳ ھ) اور شیخ عبدالوہاب طنطاوی (م ۱۱۵۷ ھ) سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ عربی میں انہوں نے اپنے دس دیوان اشعار مرتب کیے، فارسی شاعری کے علاوہ تذکرہ نویسی میں انہوں نے ماثر الکرام، سرو آزاد، ید بیضا اور خزانہ عامرہ کے ذریعے نام کمایا۔ آزاد ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ/ ستمبر ۱۷۸۵ء کو فوت ہوئے اور اورنگ آباد سے اٹھارہ کلومیٹر دور خلد آباد میں دفن ہوئے۔

آزاد ۱۱۴۳ ھ/ ۱۷۳۰ء سے ۱۱۴۷ ھ/ ۱۷۳۴ء تک سیوستان میں اپنے خال (ماموں) میر سید محمد کی نیابت میں میر بخشی گری اور وقایع نویسی کرتے رہے۔ وہ ۱۹ ربیع الاول ۱۱۴۳ ھ کو بلگرام سے سیوستان پہنچے اور سفر کے حالات پر ایک مختصر مثنوی بھی لکھی۔ یہ چند اشعار اس مثنوی کے ہیں:

چہ سیوستان مقام لعل شہباز   فضایلش بر بدخشاں می کند ناز
کنم سال قدوم خویش انشا   "بسیوستان مبارک مورد ما"

۱۱۴۵ ھ میں سیوستان کے قیام کے دوران ہی آزاد نے فارسی شعرا کے حالات پر اپنا معروف تذکرہ ید بیضا لکھا۔ ۱۱۴۷ ھ میں جب آزاد سیوستان سے واپس اپنے وطن جارہا تھا تو بھکر میں معروف فارسی شاعر شیخ محمد علی حزین لاہیجی (م ۱۱۸۱ ھ) سے ملاقات کی جو اس وقت ایران سے سندھ کے راستے ہندوستان میں وارد ہوا تھا۔ حزین نے اپنے ہاتھ سے اپنے اشعار لکھ کر آزاد کو دیے۔ (۲۷)

آزاد بھی تاریخ گوئی میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ سید محمد بلگرامی نے تبصرۃ الناظرین میں ان تمام اہم واقعات کے ضمن میں آزاد کے قطعات تاریخ نقل کردیے ہیں جو آزاد نے قیام سندھ کے دوران کہے تھے۔ مثلاً:

(۱۱۴۳ ھ) مراد یاب خان فرزند نور محمد خدایار خان کی شادی کی تاریخ آزاد نے یوں کہی:

گرفت از خامہ این تاریخ شہرہ   "بہ یکجا جمع گشتہ ماہ و زہرہ" (۲۸)

سید پیر شاہ سیوستانی سجادہ نشین درگاہ لعل شاہباز کے انتقال کی تاریخ:

ہاتفی گفت سال تاریخش "مسکن روح پیر شاہ ارم" (۲۹)

میاں نور محمد خدا یار خان کی فوج کے ہاتھوں عبداللہ خان بروہی رئیس کلات کے لشکر کی ہزیمت پر آزاد نے "عبداللہ بروہی قتل گردید" سے تاریخ نکالی۔ (۳۰)

(۱۱۴۴ھ) دہلی دربار سے خدا یار خان کو "ثابت جنگ" کا خطاب ملا' آزاد نے تاریخ کہی:

برسم تہنیت تاریخ گفتم "خطاب عمدہ سلطان مبارک" (۳۱)

(۱۱۴۶ ھ) نور محمد خدا یار خان کے بیٹے مراد یاب خان کی (دوسری ؟) شادی مراد علی خان رئیس کلات کی بیٹی سے ہوئی۔ آزاد نے "مبارک باشد و باشد مبارک" سے تاریخ نکالی۔ (۳۲)

(۱۱۴۷ ھ) خدا یار خان کے منجھلے بیٹے خداداد خان کی منگنی عبداللہ خان بروہی کی بیٹی سے ہوئی۔ آزاد نے قطعہ لکھا:

برسم تہنیت تاریخ گفتم "ھمایون باد این جشن خداداد" (۳۳)

ہم میر سید محمد کے حالات میں مخدوم لعل شہباز کے بارے میں ان کے ایک خواب کا ذکر کر آئے ہیں۔ میر آزاد نے بھی حضرت مخدوم کے بارے میں ایک خواب دیکھا تھا۔ ہم یہ مضمون اسی خواب کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔

۱۱۴۳ ھ میں میر سید محمد کو معزول کرکے جب عبدالعزیز تتوی کو سیوستان کا وقایع نگار مقرر کردیا گیا تو اس معزولی سے آزاد کو بہت ملال ہوا۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ کسی شہر کے کوچے سے گذر رہا ہے۔ ایک شخص سامنے سے آیا۔ اس سے پوچھا کہ سامنے گلی میں راستہ ہے ؟ اس نے عربی میں جواب دیا "سیلقاک رجال"۔ آزاد چند قدم آگے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ تین شیخ سندھی لباس میں ایک جگہ بیٹھے ہیں' ان میں ایک مقتدا ہے۔ آزاد ان کے قریب گیا اور سلام کرکے شیخ مقتدا کے سامنے دو زانو ہوکر بیٹھ گیا اور سوال کیا "کیا ہماری ملازمت بحال ہوجائے گی؟" یہ سنتے ہی شیخ نے مراقبہ کیا اور ایک پاس تک مراقبہ میں رہنے کے بعد سر اٹھا کر کہا "بحال ہوجائے گی"۔ آزاد نے تاکیداً پوچھا "واقعی ایسا ہوگا ؟" شیخ نے کہا "ہم جو کہہ رہے ہیں"۔ چنانچہ ایک سال بعد میر سید محمد کی ملازمت بحال ہوگئی اور شیخ کی بات

سچ نکلی۔ آزاد لکھتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خوشخبری دینے والے وہ بزرگ حضرت لعل شاہباز تھے اور ایک پاس کا مراقبہ بحالی ملازمت میں ایک سال وقت لگنے کی طرف اشارہ تھا(۳۴)

حواشی

۱۔ مثلاً: ماثر الکرام از میر غلام علی آزاد بلگرامی، تنقیح الکلام فی تاریخ بلگرام از محمد محمود بلگرامی، تاریخ بلگرام از فرزند احمد صفیر بلگرامی، شرایف عثمانی از غلام حسین ثمین بلگرامی، سفینتہ الکرام فی شجرہ سادات رضویہ بلگرام از شاہد حسین رضوی، تاریخ خطہ پاک بلگرام از قاضی شریف الحسن بلگرامی، روضتہ الکرام از سید وصی الحسن وغیرہ۔

۲۔ آزاد بلگرامی، غلام علی، ماثر الکرام، بہ تصحیح و حواشی محمد عبدہ لائل پوری، لاہور، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۲۸۲۔۲۸۳

۳۔ میر عبدالجلیل کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: میر سید محمد بلگرامی، تبصرۃ الناظرین (قلمی) ذیل وقایع ۱۱۳۸ ھ، آزاد بلگرامی، ماثر الکرام، ص ۲۴۵، ۲۶۷، وہی مصنف، سرو آزاد، بہ تصحیح و تحشی عبداللہ خان، لاہور، ۱۹۱۳ء، ص ۲۵۳۔۲۸۶، وہی مصنف، شجرہ طیبہ، (قلمی)، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی، قم، شمارہ ۴۲۸، ورق ۶۰، علی شیر قانع تتوی، مقالات الشعراء، بہ تصحیح و حواشی سید حسام الدین راشدی، کراچی، ۱۹۵۷ء، ص ۴۰۶۔۴۱۴، حیات جلیل از مقبول احمد صمدانی، الہ آباد، ۱۹۲۹ء،

۴۔ تبصرۃ الناظرین، وقایع ۱۱۱۷ ھ، ص ۳۹

۵۔ ایضاً، وقایع ۱۱۲۰ ھ، ص ۶۱

۶۔ ایضاً، ص ۶۱۔۶۲

۷۔ ایضاً، وقایع ۱۱۲۱ ھ، ص ۶۴

۸۔ ایضاً، وقایع ۱۱۲۲ ھ، ص ۶۵

۹۔ ایضاً، ص ۶۵

۱۰۔ ایضاً، وقایع ۱۱۲۴ ھ، ص ۷۲

۱۱۔ ایضاً" وقایع ۱۱۲۵ھ، ص ۷۳-۷۵

۱۲۔ ایضاً" وقایع ۱۱۳۴ھ، ص ۱۰۶

۱۳۔ ایضاً" وقایع ۱۱۳۶ھ، ص ۱۱۱

۱۴۔ ایضاً" وقایع ۱۱۳۷ھ، ص ۱۱۴

۱۵۔ میر سید محمد کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو، میر سید محمد بلگرامی، تبصرۃ الناظرین، مختلف صفحات، آزاد بلگرامی، ماثر الکرام، ۲۸۱-۲۸۴، وہی مصنف، سرو آزاد، ۲۸۹-۲۹۱، وہی مصنف، شجرہ طیبہ (قلمی)، ورق ۶۳-۶۴، قانع ٹھٹوی، مقالات الشعراء، ۳۲۶-۳۲۱

۱۶۔ تبصرۃ الناظرین، وقایع ۱۱۲۵ھ، ص ۱۷۲

۱۷۔ ماثر الکرام، ص ۲۸۲

۱۸۔ مرحوم پیر راشدی نے تبصرۃ الناظرین کے ایک نامکمل قلمی نسخے (وقایع ۱۱۰۱ تا ۱۱۵۸ھ) مکتوبہ عبدالکریم ۱۹۳۷ء سے استفادہ کیا تھا۔ یہ نسخہ سید وصی احمد بلگرامی نے اپنے دو آبائی نسخوں کی مدد سے نقل کروایا تھا اور اس کا عکس پیر صاحب کو فراہم کیا تھا جو اب ذخیرہ کتب راشدی مخزونہ قائداعظم یونیورسٹی لائبریری اسلام آباد (بلاشمارہ) میں موجود ہے اور ہم نے اس مقالے میں اسی عکس سے استفادہ کیا ہے۔ اس کتاب کے مکمل نسخے کتب خانہ مشرقی خدابخش، پٹنہ (دو نسخے، مکتوبہ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء، اور ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)، برٹش میوزیم لندن (شمارہ OR 1720، مکتوبہ ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۲ء)، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ (شمارہ D 83) اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہیں۔

۱۹۔ تبصرۃ الناظرین، ص ۱۱۰

۲۰۔ ایضاً" ص ۲۰۱-۲۰۲

۲۱۔ ایضاً" وقایع ۱۱۵۶ھ، ص ۲۰۴

۲۲۔ ایضاً" وقایع ۱۱۴۷ھ، ص ۱۷۸

۲۳۔ ایضاً" وقایع ۱۱۴۵ھ، ص ۱۷۳

۲۴۔ ایضاً" وقایع ۱۱۴۸ھ، ص ۱۷۹

۲۵۔ ایضاً" ص ۱۹۳

۲۶۔ میر آزاد نے اپنے حالات ماثر الکرام ص ۲۹۰۔۲۹۶ اور سرو آزاد ص ۲۹۱۔۳۰۷ میں درج کیے ہیں۔ نیز دیکھیے: حسن عباس، بررسی احوال و آثار فارسی میر غلام علی آزاد بلگرامی، ۱۹۹۴ء، غیر مطبوعہ مقالہ برائے حصول سند پی ایچ ڈی، دانشگاہ تہران، مملوکہ راقم السطور۔

۲۷۔ آزاد بلگرامی، سرو آزاد، ص ۲۲۵، وہی مصنف، خزانہ عامرہ، ص ۱۹۴

۲۸۔ تبصرۃ الناظرین، ص ۱۴۲

۲۹۔ ایضاً" ص ۱۶۴

۳۰۔ ایضاً" ص ۱۶۴

۳۱۔ ایضاً" ص ۱۷۰

۳۲۔ ایضاً" ص ۱۷۵

۳۳۔ ایضاً" ص ۱۴۹۔۱۷۰

۳۴۔ ماثر الکرام، ص ۲۷۴۔۲۷۵